

رسالتِ محمدی پر ایمان کی دعوت

(۲)

دینِ حق کو پورے نظامِ زندگی پر غالب کر دینا | آپ کی بعثت کا آخری مقصد اُس دین و ہدایت کو تمام اقسام کی اطاعتوں اور زندگی کے تمام طریقوں پر غالب کر دینا تھا جسے آپ خدا کی طرف سے لائے تھے۔ اس مقصد کی صراحت قرآن میں تین مقامات پر کی گئی ہے۔ سورۃ توبہ اور الصف میں فرمایا: "وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے سامنے بھیجا ہے تاکہ وہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے۔"

لہ آیت میں الدین کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم نے "جنس دین" کیا ہے۔ دین کا لفظ عربی زبان میں اُس نظامِ زندگی یا طریقِ زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے قائم کرنے والے کو ستاد اور مطاع تسلیم کر کے اُس کا اتباع کیا جائے۔ پس بعثتِ رسول کی غرض اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت اور دینِ حق کو خدا کی طرف سے اس کا رسول لے کر آیا ہے اسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کر دے۔ دوسرے الفاظ میں رسول کی بعثت کبھی اس غرض کے لیے نہیں ہوتی ہے کہ جو نظامِ زندگی اللہ کے سوا دوسروں کو ستاد اور مطاع مان کر چل رہا ہو، رسول کا لایا ہو اور دین اُس کا تابع اور مغلوب بن کر اس کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے بلکہ رسول تو بادشاہِ ارض و سما کا نمائندہ بن کر آتا ہے اور اپنے بادشاہ کے نظامِ حق کو سب طریقوں اور نظاموں پر غالب کرنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی دوسرا نظامِ زندگی دنیا میں رہے بھی تو اُسے خدائی نظام کی بخشش ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہنا چاہیے جیسا کہ جزیرہ ادا کرنے کی صورت میں ذمیوں کا نظامِ زندگی رہتا ہے۔

خواہ مشرکوں کو یہ کہنا ہی ناگوار ہو" رالتوبہ آیت ۳۳ - العنکب آیت ۱۸ - یہی مضمون سورہ فتح میں بیان کر کے فرمایا گیا ہے "اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے" (آیت ۲۸)

حضور پر ایمان اور آپ کی اطاعت کا حکم | اپنی مقاصد کے عین مطابق لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں، آپ کی پیروی کریں، آپ کی اطاعت کریں اور ایسے سب لوگوں کی اطاعت چھوڑ دیں جو اللہ سے غافل اور حدِ بندگی سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور
اُس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے
ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِۦ وَالتَّوْحٰی
الَّذِیۡۤ اَنْزَلْنَا، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ (التغابن - ۸)۔

پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے
ہوئے نبی اُمّی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات
پر ایمان رکھتا ہے اور پیروی اختیار کر دُوسرے
تاکہ تمہیں راہِ راست مل جائے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِۦ النَّبِیِّ
الْاُمِّیِّ الَّذِیۡ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَکَلِمٰتِهٖۡ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّکُمْ
تَهْتَدُوْنَ (الاعراف - ۱۵۸)۔

پیروی کرو اُس ہدایت کی جو تمہاری طرف
تمہارے رب کی جانب سے بھیجی گئی ہے اور اس کے
سوا دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔

اِتَّبِعُوْا مَا اُنزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ
رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِمَّنْ دُوْنِهٖۡ
اَوْلِیَآءَ (الاعراف - ۳)۔

۱۵ یعنی تم کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے جس ہدایت و رہنمائی کی ضرورت ہے، اپنی اور کائنات کی حقیقت اور اپنے وجود کی غرض و غایت سمجھنے کے لیے جو علم انہیں درکار ہے، اور اپنے مذہب، اخلاق، تہذیب، معاشرت اور تمدن کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے جن اصولوں کے تم محتاج ہو ان سب کے لیے تمہیں صرف اُس ہدایت کی پیروی کرنی چاہیے جو اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے بھیجی ہے۔ اللہ کی نازل کردہ ہدایت کو چھوڑ کر کسی دوسرے رہنما کی طرف ہدایت کے لیے رجوع کرنا اور اپنے آپ کو اُس کی رہنمائی کے حوالے کر دینا انسان کے لیے بنیادی طور پر ایک غلط طریق کار ہے جس کا نتیجہ ہمیشہ تباہی کی صورت میں نکلا ہے اور ہمیشہ تباہی کی صورت ہی میں نکلے گا۔ یہاں "اولیاء" سرپرستوں کا لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے کہ انسان جس کی رہنمائی پر چلتا ہے اُسے درحقیقت اپنا ولی و سرپرست بناتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ
إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ -

(النساء - ۶۴)

ہم نے جو رسول بھیجا ہے اسی لیے
بھیجا ہے کہ اذنِ خداوندی کی بنا پر اس کی
اطاعت کی جائے یہ

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ
اللَّهَ - (النساء - ۸۰) -

جو رسول کی اطاعت کرے اس نے راصل
اللہ کی اطاعت کی -

وَمَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا -
(الحشر - ۱۰)

جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور
جس چیز سے روک دے اس سے روک جاؤ -

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأَلَيْكَ
هُمُ الْفَائِزُونَ (النور - ۱۵۲) -

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
اور اللہ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے
بچے، ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں -

وَمَا كَانَتْ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ
إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ
مِنْ أَمْرِهِمْ - وَمَنْ يُعِصِ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلَالًا مُّبِينًا (الاحزاب - ۳۶) -
وَلَا تَطِيعُ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ

کسی ایمان لانے والے مرد یا ایمان لانے
والی عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور
اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کرے تو پھر
اسے اپنے معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار
حاصل رہے - اور جو کوئی اللہ اور اس کے
رسول کی نافرمانی کرے وہ سرسبز گمراہی میں پڑ گیا -
اور کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس

لہ یعنی خدا کی طرف سے رسول اس لیے نہیں آتا ہے کہ بس اس کی رسالت پر ایمان لے آؤ اور پھر اطاعت جس کی
چاہو کرتے رہو۔ بلکہ رسول کے آنے کی غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ زندگی کا جو قانون وہ لے کر آیا ہے، تمام قوانین کو
چھوڑ کر صرف اسی کی پیروی کی جائے اور خدا کی طرف سے جو احکام وہ دیتا ہے، تمام احکام کو چھوڑ کر صرف انہی پر
عمل کیا جائے۔ اگر کسی نے یہ نہ کیا تو پھر اس کا محض رسول کو رسول مان لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی کی اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔

عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَ
كَانَ آمُرًا فُرُطًا -

راکف - (۲۸) -

اور ان بے لگام لوگوں کی اطاعت نہ کر دو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے۔

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرًا مُسْرِفِينَ
الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا
يُصْلِحُونَ الشعراء - (۱۵۲-۱۵۳) -

اے نبی، کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ اس بات کو قبول کرنے سے منہ موڑیں تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ -
فَاتُتَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ
الْكُفْرِيْنَ - آل عمران - (۳۲) -

اب قانون وہ ہے جو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دیا ہے | اسی طرح حضور کی رسالت کے اعلان اور

آپ کی اطاعت و پیروی کے حکم کے ساتھ یہ بھی اعلان کر دیا گیا کہ اب خدا کا قانون وہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دیا گیا ہے، کسی کو اس میں آپ سے نزاع کا حق نہیں ہے، اس کے خلاف جو کچھ ہے جاہلیت اور طاغوت کی بندگی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے مقرر کردہ حاکم ہیں جن کا کام یہ ہے کہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ اللہ کی نازل کردہ ہدایت کے مطابق کریں۔

پھر نبی اسرائیل کے بعد، اے نبی، ہم نے تم کو دین کے معاملہ میں ایک صاف شاہراہ (شریعت) پر قائم کر دیا ہے، لہذا تم اسی کی پیروی کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَيْءٍ يُّعْتَبَرُ
مِّنَ الْأَمْرِ قَاتِلًا تَتَّبِعُهَا وَلَا
تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا
يَعْلَمُونَ -

الجمانیہ - (۱۸) -

لہ یعنی اپنے ان امراء و رؤساء اور ان رہنماؤں اور حاکموں کی اطاعت چھوڑ دو جن کی قیادت میں تمہارا یہ فاسد نظام زندگی چل رہا ہے۔ یہ حد سے گزرے ہوئے لوگ ہیں، اخلاق کی ساری حدیں بچانڈ کر شتر بے مہار بن چکے ہیں۔ ان کے ہاتھوں سے کوئی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ یہ جس نظام کو چلائیں گے اس میں بگاڑ ہی پھیلے گا۔ تمہارے لیے فلاح کی کوئی صورت اگر ہے تو صرف یہ کہ اپنے اندر خدا ترسی پیدا کرو اور مفسدوں کی اطاعت چھوڑ کر میری اطاعت کرو۔

ہر امت کے لیے ہم نے ایک طریق عبادت
 دیا طریق بندگی، مقرر کیا ہے جس کی وہ پیروی
 کرتی ہے۔ پس اے محمدؐ، اس معاملہ میں وہ تم
 سے جھگڑا نہ کریں۔ تم اپنے رب کی طرف دعوت
 دو، یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ
 نَاسِكُوهُ فَلَا يُبَايِعُكَ فِي
 الْأَهْرَادِ عَمَّ إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ
 لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ۔
 (الحج - ۶۷)

اے نبیؐ، ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری
 طرف نازل کی ہے تاکہ جو (ساہِ راست) اللہ نے
 تم کو دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان
 فیصلہ کرو۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ
 بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ
 بِمَا أَرَسَلَ اللَّهُ۔
 (النساء - ۱۰۵)

قرآن مجید میں جگہ جگہ انسانی معاشرے کے لیے جو قواعد بیان کیے گئے ان کے لیے "حدود اللہ" کے الفاظ استعمال
 فرمائے گئے، یعنی یہ وہ حدیں ہیں جن کے اندر رہنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ پھر کہیں سختی کے ساتھ متنبہ کیا گیا کہ
 ان سرحدوں کے قریب نہ چھٹکنا، کہیں فرمایا گیا کہ ان سے تجاوز کرنے والے ظالم ہیں، کہیں ارشاد ہوا کہ ان سے
 تجاوز کرنے والے اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں، اور کہیں خبردار کیا گیا کہ تجاوز کرنے والوں کے لیے نار جہنم یا
 عذاب الیم ہے۔ دلاحظہ ہو البقرہ، آیات ۱۸۷، ۲۲۹، ۲۳۰۔ النساء ۱۳، ۱۴۔ المجادلہ ۴۔ المطلق ۱۔
 التوبہ ۱۹۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اس قانون کی اہمیت کیا ہے جو حضور کے ذریعہ سے انسانوں کو دیا گیا ہے۔
 اور پھر صاف صاف خبردار کر دیا گیا کہ:

تو پھر کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ۔ وَمَنْ

سہ یعنی جس طرح پہلی امتوں کے انبیاء اپنے اپنے دور کے لیے ایک منسک، طریق عبادت و بندگی لائے تھے اسی
 طرح اس دور کی امت کے لیے تم ایک منسک لائے ہو۔ اب کسی کو تم سے نزاع کا حق نہیں ہے، کیونکہ اس دور کے لیے
 یہی منسک ہے جو تم لائے ہو۔

سہ جاہلیت کا لفظ اسلام کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلام کا طریقہ سراسر علم ہے کیونکہ اس کی طرف خدا نے رہنمائی کی ہے
 جو تمام حقائق کا علم رکھتا ہے۔ اس کے برعکس ہر وہ طریقہ جو اسلام سے مختلف ہے، جاہلیت کا طریقہ ہے۔

أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ
يُوقِنُونَ (المائدہ - ۵۰)۔

حالاںکہ جو لوگ (اللہ پر) یقین رکھتے ہیں ان کے لیے
اللہ سے بہتر حکم کس کا ہو سکتا ہے۔

بِرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا إِلَى
الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا
بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ
يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا (النساء - ۶۰)۔

وہ چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرنے
کے لیے طاغوت کی طرف رجوع کریں حالانکہ انہیں
طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور شیطان
چاہتا ہے کہ وہ گمراہی میں ڈور نکل جائیں۔

دین کے معاملہ میں کسی مصالحت و مداخلت کی گنجائش نہیں | اطاعت و اتباع رسول کے اس صاف صاف حکم کے ساتھ

لوگوں کو خبردار کر دیا گیا کہ خدا کے دین کے معاملہ میں کوئی مصالحت و مداخلت نہیں ہو سکتی۔ کسی عقیدے، کسی
اصول، کسی ضابطے اور قاعدے اور کسی حکم کے اندر کسی کی خاطر ادنیٰ سا رد و بدل بھی نہیں ہو سکتا۔ جس کو ماننا
ہو وہ اس پورے دین کو ماننے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرما رہے ہیں، اور جسے نہ ماننا ہو وہ نہ مانے۔
ماننے کا تو اپنا ہی بھلا کرے گا، نہ ماننے کا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ یہاں کسی سودے بازی اور لین دین پر سمجھوتے
کا قطعاً کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

فَلَا تَطْغِبِ الْمُكْدِبِينَ۔

پس اے نبی، مجھٹلانے والوں کے دباؤ میں
ہرگز نہ آؤ۔ وہ چاہتے ہیں کہ کچھ تم مداخلت کرو تو
وہ بھی مداخلت کریں یعنی تم اسلام کی تبلیغ میں کچھ
ڈھیل اختیار کرو تو یہ بھی تمہاری مخالفت میں کچھ
رہی اختیار کر لیں، یا تم ان کی گمراہیوں کی رعایت
کر کے اپنے دین میں کچھ ترمیم کر لو تو یہ تمہارے
ساتھ مصالحت کر لیں۔

وَكَاؤُا لَوْ تَدَاهُن قَيْدُهُنَّوَات

(الفلم - ۸-۹)

لہٰ یہاں صریح طور پر طاغوت سے مراد وہ حاکم ہے جو قانونِ الہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہو،
اور وہ نظام عدالت ہے جو نہ تو اللہ کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتا ہو اور نہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی ہدایت
کو آخری سند ماننا ہو۔

وَإِذَا تَنَلَىٰ عَلَيْهَا يُتَنَّا بَيِّنَاتٍ
قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا
أُمَّتٍ يَقُولُ غَيْرُ هَذَا أَوْ
بَدَلَهُ - قُلْ مَا يَكُونُ لِي
أَنْ أَدْبِلَهُ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِي -
إِنْ أَتَيْتُمْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ -

(یونس - ۱۵)

وَقِيلَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ -
فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ
فَلْيُكْفُرْ - (الکہف - ۲۹) -

اور جب انھیں ہماری صاف صاف آیات
سنائی جاتی ہیں تو جو لوگ آخرت میں ہم سے ملنے
کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی اور
قرآن لاؤ، یا اس میں کچھ ترمیم کر دو۔ اے محمد! ان سے
کہو مجھے یہ سچی نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں
کوئی تغیر و تبدل کر لوں۔ میں تو بس اُس وحی کا پیر
ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔

اور کہہ دو کہ یہ سچی ہے تمہارے رب کی طرف سے
اب جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی چاہے
نہ مانے۔

اے مشرکین! یہ قول اول تو اس مفروضے پر مبنی تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ ان کے
اپنے دماغ کی تصنیف ہے اور اس کو خدا کی طرف منسوب کر کے انہوں نے صرف اس لیے پیش کیا ہے کہ ان کی بات کا وزن
بڑھ جائے۔ دوسرے اُن کا مطلب یہ تھا کہ یہ تم نے توحید اور آخرت اور اخلاقی پابندیوں کی بحث کیا پھیڑ دی؟ اگر رہنمائی
کے لیے اُٹھے ہو تو کوئی ایسی چیز پیش کر جس سے قوم کا بھلا ہو اور اس کی دنیا بنتی نظر آئے۔ تاہم اگر تم اپنی اس دعوت کو بالکل
نہیں بدلنا چاہتے تو کم از کم اس میں کچھ لچک ہی پیدا کر دو تاکہ ہمارے اور تمہارے درمیان کم و بیش پر مصالحت ہو سکے۔
کچھ ہم تمہاری مانیں کچھ تم ہماری مان لو۔ تمہاری توحید میں کچھ ہمارے شریک کے لیے، تمہاری خدا پرستی میں کچھ ہماری نفس پرستی
اور دنیا پرستی کے لیے، اور تمہارے عقیدہ آخرت میں کچھ ہماری ان اُمیدوں کے لیے بھی گنجائش نکالنی چاہئے کہ دنیا میں ہم جو
چاہیں کرتے رہیں، آخرت میں ہماری کسی نہ کسی طرح نجات ضرور ہو جائے گی۔ پھر تمہارے یہ قطعی اور حتمی اخلاقی اصول بھی
ہمارے لیے ناقابل قبول ہیں۔ ان میں کچھ ہمارے تعصبات کے لیے، کچھ ہمارے رسم و رواج کے لیے، کچھ ہماری شخصی اور قومی
انگڑوں کے لیے، اور کچھ ہماری خواہشات نفس کے لیے بھی جگہ نکالنی چاہئے۔ کیوں نہ ایسا ہو کہ دین کے مطالبات کا مناسب
دائرہ ہماری اور تمہاری رضامندی سے طے ہو جائے اور اس میں ہم خدا کا حق ادا کر دیا کریں۔ اس کے بعد ہمیں آزاد چھوڑ دیا
جائے کہ جس طرح اپنی دنیا کے کام چلانا چاہتے ہیں چلائیں۔ مگر تم پر غضب کر رہے ہو کہ پوری زندگی کو اور سارے معاملات
کو توحید و آخرت کے عقیدے اور شریعت کے ضابطہ میں کس دینا چاہتے ہو۔

فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي
لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا
أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ (النمل-۹۲)

پھر جو ہدایت اختیار کرے وہ اپنے ہی پھلے
کے لیے ہدایت اختیار کرے گا اور جو گمراہ ہو اس
سے کہہ دو کہ میں تو صرف خبردار کرنے والا ہوں۔

قریش اور مشرکین عرب کا رد عمل | اس تفصیل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دعوتِ اسلامی کا دور
نکتہ، یعنی لوگوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تسلیم کرنا اور ان کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ عقائد و عبادات
سے لے کر زندگی کے ہر شعبے تک تمام معاملات میں آپ کی مکمل اطاعت و پیروی قبول کر لیں، اپنے اندر کیا
اہمیت رکھتا تھا۔ اس کی اہمیت یہ تھی کہ دین اس کے بغیر عملاً قائم نہ ہو سکتا تھا، اور رسول پر ایمان اور بالفعل
اس کی اطاعت کے بغیر محض خدا کی توحید کو تسلیم کر لینا لا حاصل تھا۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو انسان محسوس
کر سکتا ہے کہ اللہ کی توحید کو مان لینا قریش اور عام مشرکین عرب کے لیے جتنا مشکل تھا، اس سے بہت زیادہ
مشکل رسالت کو ماننا تھا۔ اول تو یہی بات ان کے لیے کچھ آسان نہ تھی کہ جو شخص چالیس برس تک ان کے ہاں
عام انسانوں کی طرح رہا بسا تھا اس کے متعلق وہ یہ باور کر لیں کہ یکا یک وہ اللہ کا رسول مقرر ہو گیا ہے اور
اس کے پاس وحی آنے لگی ہے۔ پھر جو لوگ صدیوں سے بے لگام آزادی کے عادی تھے، ان کے لیے اب ایک
شخص کی بے چوں و چرا اطاعت اور اپنی پوری زندگی میں اس کے دیئے ہوئے قانون کی پیروی قبول کر لینا
بھی کچھ کم دشوار نہ تھا۔ اور اس سے زیادہ سخت دشواری ان سرداروں کے لیے تھی جو اب تک اپنے اپنے
قبیلوں اور گروہوں کے صاحبِ امر بنے ہوئے تھے، ان مذہبی پیشواؤں کے لیے تھی جو ملک بھر میں شرک کے بڑے
بڑے مراکز کا کاروبار چلا رہے تھے، ان کاہنوں کے لیے تھی جو غیب دانی کے دعویٰ تھے اور جن کی طرف لوگ اپنی
گم شدہ چیزوں کے پتے پوچھنے اور اپنے مستقبل کا حال معلوم کرنے کے لیے رجوع کرتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے
لیے یہ رسالت گویا کھل کھل پیغام موت تھی جسے قبول کرنا تو درکنار اٹھنڈے دل سے سننا بھی ان کے لیے ممکن
نہ تھا۔ غرض ہر وہ شخص جس کا مفاد پرانے جاہلیت کے نظام کی برقراری سے کسی نہ کسی طور پر وابستہ تھا، اس
کے لیے بظطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مان لیں اور یہ تسلیم کر کے ان کے
تابع فرمان بن جائیں کہ جو کچھ وہ پیش کر رہے ہیں وہ خداوندِ ارض و سما کی طرف سے ہے تو پھر معاشرے
میں اس کا چراغ کسی طرح نہ جل سکے گا۔ اس وجہ سے ہر سارے ہی لوگ اپنے مفاد کی حفاظت کے لیے
اس بات پر تل گئے کہ رسالت کی اس دعوت کو کسی طرح نہ چلنے دیں، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر عوام الناس

ایک مامور من اللہ رہنما کی پیروی اور ایک مُتَنَزِّل من اللہ دین و آئین کی اطاعت کو مان گئے تو پھر بالآخر انہیں بھی ہتھیار ڈال دینے پڑیں گے اور مطاع کے بجائے مطیع بن کر رہنا پڑے گا۔

ایک طرف یہ دشواریاں تھیں تو دوسری طرف ایک اور بڑی سخت دشواری ان کے لیے بیٹھی کہ رسالت کا دعویٰ لے کر ان کے درمیان ایک ایسا شخص اٹھا تھا جو ان کی قوم کا بہترین آدمی تھا، جس کی اخلاقی فضیلت کو ساری قوم مانتی تھی، جس کو پانچ ہی سال پہلے ساری قوم نے بالاتفاق امین کہا تھا جس نے اپنی رسالت کا دعویٰ پیش کرنے سے عین پہلے کوہ صفا پر چڑھ کر جب پوچھا تھا کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار ہے تو کیا تم میری بات مانو گے؟ تو سب نے کہا تھا کہ "ہاں، ہم مان لیں گے کیونکہ ہمیں تم سے کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں ہوا ہے۔" اس کے بعد ان کے لیے اسی شخص کو جھوٹا قرار دینا، اور لوگوں کو بھی اس بات کا قائل کر لینا کوئی آسان کام نہ تھا کہ عمر بھر دنیا کے کسی معاملہ میں جو شخص کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا وہ اتنا بڑا "جھوٹ" لے کر اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ خدا نے اسے رسول مقرر کیا ہے اور خدا کا کلام اس پر نازل ہوتا ہے۔ (اصناف از مولف)

اسی کے متعلق قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے۔

لے محمد! ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ
 لوگ بتاتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے لیکن
 یہ لوگ تمہیں نہیں مٹھلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیات
 بِآيَاتِ اللّٰهِ يَجْعَدُونَ (الانعام-۳۳) کا انکار کرتے ہیں۔

یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی آیات سنانی شروع نہ کی تھیں، آپ کی قوم کے سب لوگ آپ کو امین اور صادق سمجھتے تھے اور آپ کی راستبازی پر مکمل اعتماد رکھتے تھے۔ انہوں نے آپ کو مٹھلا یا اس وقت جب آپ نے اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانا شروع کیا۔ اور اس دوسرے دور میں بھی کوئی شخص ایسا نہ تھا جو شخصی حیثیت سے آپ کو جھوٹا قرار دینے کی جرأت کر سکتا ہو۔ آپ کے کسی سخت سے سخت مخالف نے بھی کبھی آپ پر یہ الزام نہیں لگایا کہ آپ دنیا کے کسی معاملہ میں کبھی جھوٹ بولنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جتنی بھی انہوں نے آپ کی تکذیب کی نبی ہونے کی حیثیت سے سے کی۔ آپ کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل تھا، اور حضرت علیؑ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ خود اس نے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اِنَّا لَا نَكْذِبُكَ وَلَكِنْ نَكْذِبُ مَا جِئْتَنَا بِهِ "ہم آپ کو تو جھوٹا نہیں کہتے، مگر جو کچھ آپ پیش کر رہے ہیں اُسے جھوٹ قرار دیتے ہیں" جنگ بدر کے موقع پر اُخْس بن شَرِيق نے تغلیہ میں ابو جہل سے پوچھا کہ "یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی تیسرا موجود نہیں ہے، سچ بتاؤ کہ محمد کو تم جھوٹا سمجھتے ہو یا سچا؟ اس نے جواب دیا "خدا کی قسم محمد ایک سچا آدمی ہے، عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ مگر جب لواء، اور حجاب اور سقیات اور نبوت سب کچھ نبی قُصَّی ہی کے حصے میں آجائے تو بتاؤ باقی سارے قریش کے پاس کیا رہ گیا؟" اسی بنا پر اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسلی دے رہا ہے کہ تکذیب دراصل تمہاری نہیں بلکہ ہماری کی جا رہی ہے، اور جب ہم تحمل و بردباری کے ساتھ اسے برداشت کیے جا رہے ہیں اور ڈھیل پڑھیل دیے جاتے ہیں تو تم کیوں مضطرب ہوتے ہو؟

باقی

۱۷ یہ روایت امام سفیان ثوری اور حاکم نے حضرت علیؑ سے نقل کی ہے۔ (اضافہ از مؤلف)

۱۸ یہ روایت ابن جریر نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔ اُخْس بن شَرِيق، جس کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے بنی زہرہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیلی خاندان سے تھا۔ اگرچہ جنگ میں قریش کے ساتھ آیا تھا، مگر ابن ہشام کا بیان ہے کہ اس نے اور بنی زہرہ نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔) (اضافہ از مؤلف)